Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 43, Sr.No.128, 2022 pp 43 - 52

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علومِ شرقیہ
جلد۴۳، شمارہ۱۲۸، جولائی۔ستمبر۲۰۲۲ء

’’اس نے کہا تھا‘‘ از اشعر نجمی: عصری حسیت کا نمائندہ ناول

☆اقراء غفار

Abstract:

AsharNajmi is the famous poet, author and editor of well-known journal"Asbaat."AsharNajmi is the important novelist of the present era.‘‘Us ne kahatha" is his first novel. This paper is about the critical analysis of this novel. Specially the "theme’’of this novel is very different from other novels. The story line, the style in which novel presents the LGBTQ problems, their psychological condition, their self-respect, their role in society has been discussed in this paper. All aspects of society that makes them "others" are observed in this paper. In both Pakistan and India different condition can be seen regarding their rights. Before AsharNajmi no one can be seen in Urdu literature who makes a sense regarding LGBTQ community issues. A very unique and different narrative can be observed in this postmodern novel.

اس نے کہا تھا" اشعر نجمی کا پہلا ناول ہے جو کہ اپنے موضوع کی انفرادیت کی بنا پر ایک الگ صف میں کھڑا ہے مگر اس میں بیان کردہ موضوع اسی معاشرے کا حصہ ہے جس کے متعلق بات کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے ناول LGBTQ کمیونٹی کے افراد کے مسائل کی عکاسی کرتا ہے انسانی نفسیات کی گرہیں کھولتا ہوا ناول نگار سماج کے ٹھیکیداروں کے مکروہ چہروں سے پردہ ہٹاتا ہے اس کمیونٹی کے افراد کسی ایک خاص طبقے ایک خاص ثقافت یا ایک خاص عمر کے لوگ نہیں ہیں بلکہ اس میں ہر قسم کے طبقے، مختلف ثقافتوں اور مختلف

☆ لیکچرر اُردو، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان۔

خطوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی زندگی کا عکس پیش کیا گیا ہے ان کی شخصیت کو کچلنے والے کرداروں کے منہ سے نقاب ہٹانے میں کسی قسم کی جھجھک موجود نہیں۔ناول میں ایک طرف مرد کرداروں میں موجود ہم جنس پرستی کو موضوع بنایا گیا ہے وہاں دوسری طرف اس میں مبتلا خواتین کو بھی دکھایا گیا ہے ناول کا مرکزی کردار واحد متکلم کی صورت میں کہانی کے آغاز میں متعارف ہوتا ہےناول کا مرکزی کردار نفسیاتی معالج ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی LGBTQ سے تعلق رکھتا ہےاور ڈائری کی صورت میں اپنے پاس آنے والے مریضوں کی کیس ہسٹری لکھتا ہےاور یہ ڈائری ایک ڈاکٹر اور انسپکٹر بنرجی کو تب ملتی ہے جب مرکزی کردار دیوالی کے روز اپنے فلیٹ سے خودکشی کرنے کی کوشش کرتا ہے کیس کو حل کرنے کی کوشش میں (کہ یہ واقعتاً خودکشی ہے یا قتل)مرکزی کردار کی اس ڈائری کا جائزہ لیا جاتا ہے مصنف بہت مہارت سے ڈائری کی تکنیک کو مدنظر رکھ کرمختلف واقعات اور کرداروں کو ترتیب دیتا ہے ان کرداروں میں بس کنڈکٹر ہیں ہاسٹل میں رہنے والے، محلے میں رہنے والے نوجوان لڑکے ہیں پرولتاریہ طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے علاوہ مسلم اور ہندو معاشرے کے کردار بھی ہیں جو اس کمیونٹی کا حصہ ہیں رنگیلی، مدھیش ،ارجن،میکس،ستیش ،ساگر کے کردار ہندو معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں ناول نگار اس عہد کو بھی کہانی کا حصہ بناتا ہے جب اس حوالے سے کوئی قانونی پیش رفت ہونا تو درکنار، بات کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا تھا 1973 میں موجود لڑکوں کے ہاسٹل کی ایک کہانی کا بیانیہ کچھ یوں ہے:

> ''1973ء کا سال تھا جب میں پہلی بار اس سے ملا اس کے ہاتھ نرم تھے نازک نہیں تھے بس نرم تھےوہ جب میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہنستا تھا تو پوری دنیا جیسے ٹھہر جاتی تھی۔''(۱)

اسی عہد کے بعد اگلے کچھ برسوں میں آنے والی معاشرتی تبدیلیوں کو بھی ناول نگار نے کرداروں کی زبانی پیش کرنے کی کوشش کی ہر نیا آنے والا زمانہ پچھلے زمانے کی کئی قباحتوں اور معاشرتی گھٹن سے دستبردار ہو کر نئی فکر کو خوش آمدید کہتا ہے مگر اس کا اظہار معاشرے کے ہر فرد کے لئے مسرت کن ثابت نہیں ہوتا۔

''شاید 1990 - دنیا کھل رہی تھی میں ڈر گیا میں نے اندھیروں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔''(۲)

مرد کرداروں کی نفسیات، Rape Attempt سے زخمی ہونے والی روح اور معاشرے کی دھتکار سب کو ناول نگار نے رمز و کنایہ کی صورت میں پیش کیا۔اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے اور مرد کی مردانگی کو ہی حاصل کل سمجھنے والے راج پروہت جیسے کرداروں جیسے کرداروں کی شخصیت اور ان کے لب ولہجہ کا خاص خیال رکھا ہے۔

''مہاراج، ہمارے مہاراج ہرنے ورما نے کہا ہے کہ اگر شکھنڈی کا مرد ہونا ثابت نہ ہو پایا تو وہ اپنے اپمان کا بدلہ لینے کے لئے پانچالوں پر لشکر کشی کریں گے آپ کو آپ کے پریوار اور منتریوں کو ختم کر دیں گے۔''(۳)

ایمائیت، اختصار، فلیش بیک کی تکنیک، کہانی در کہانی کا بیانیہ، interior monologue کی تکنیک جہاں اس ناول کا خاصا ہے وہاں کرداروں کی صورت میں بھی ایک رنگا رنگی موجود ہے ناول نگار نے اس خاص طبقے سے جڑے ہر اس خطے کو پیش کرنے کی سعی کی ہے جہاں اس طبقے کو بہت زیادہ ظلم وستم کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بنیاد پرستی سے جڑے رویوں کا مشاہدہ کرتے ہوتے ہوئے ان خطوں کی تہذیب اور سماجی صورتحال کو بھی سامنے رکھا گیا ہے جہاں ان کا استحصال کرنا سماج سدھار کے کاموں میں شمار ہوتا ہے ناول نگار نے انسان دوست رویے کو فروغ دینے کے لئے اس طبقے کے نفسیاتی مسائل کو بخوبی پیش کیا ہے اس طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین پڑھی لکھی اور باشعور ہیں اور میڈیکل کی جدید سہولیات کی مدد سے دو بچوّں کی پرورش کرتے ہوئے ایک مکمل گھر کا تصور بھی پیش کرتی ہیں:

''انیس اور ٹونی تو میرے منہ پر ہی کہہ دیتے ہیں کہ ان کی ممی ڈیڈی نے تاکید کی ہے کہ بیمار لوگوں کے گھر نہیں جانا۔۔۔ بیمار؟ میرا پارا چڑھنے لگتا۔ میری رخسار ممی اا اس شہر کی کتنی مشہور ڈاکٹر ہیں اور ریکھا ماں کے آرٹیکلز تو بڑی بڑی میگزینوں میں چھپتے ہیں میں اپنی کلاس میں سب سے اچھے نمبر لاتا ہوں۔۔۔۔ ہم لوگ بیمار بھلا کیسے ہوئے؟ مائیں ہم کو اتنا پیار کرتی ہیں کہ بس ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے۔''(۴)

اس کے علاوہ رکشہ ڈرائیور،ادب اور آرٹ سے تعلق رکھنے والے مصور،لکھاری بھی اس کمیونٹی کے کرداروں کے طور پر سامنے آتے ہیں عمر کے ہر حصے سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی کہانیاں سناتے ہیں عمر رسیدہ افراد گزرے کل کی یادوں میں مبتلا اور معاشرے کے تلخ رویوں سے دوچار آزردہ نظر آتے ہیں جب کہ نوجوان طبقہ جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کی وجہ سے حسد،جلن اور رشک میں مبتلا نظر آتا ہے۔مصنف کا اندازِ بیان قاری کو اس طبقے سے نفرت یا حقارت کے جذبے کی طرف مائل نہیں کرتا۔ بلکہ ان میں ہر فرد متعدد بار Rape Attempt کے کچوکے سہہ کر معاشرے کی دھتکار کے ساتھ تنہائی کا عذاب جھیلنے پر بھی مجبور ہے۔اپنے وجود کے بقا کی جنگ کرتا یہ طبقہ مصنف کے طرزِ بیان کی بدولت قاری کے اندر انسانی ہمدردی کا جذبہ ابھارتا ہے۔ناول میں جگہ جگہ علامتی انداز بھی اپنایا گیا ہے ناول نگاری کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے عامیانہ اور فرسودہ زبان اختیار نہیں کی گئی۔ ناول کا پلاٹ بہت عمدگی سے بنا گیا ہے کہیں کوئی جھول دکھائی نہیں دیتا۔اس قدر حساس موضوع کو پیش کرتے ہوئے ناول نگار کے قلم میں کہیں بھی لغزش کا احساس نہیں ہوتا ایک مجموعی تاثر مختلف کہانیوں کی مدد سے اول تا آخر قائم رہتا ہے۔ناول میں اس قبیل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی فکر کے توسط سے تقسیم ہند، مذہبی تضادات،عصری تبدیلیوں،معاشرتی رویوں اور سیاسی صورتحال کو بھی موضوع بنایا گیا ہے ہندوستان کی تقسیم سے نالاں یہ کردار کئی قسم کے سوالات اٹھاتے ہیں پاکستان میں جس طرح ہر سال یوم آزادی منایا جاتا ہے اس صورتحال پر بھی افسوس کرتے ہیں پاک سرزمین پر ہونے والے مذہبی تضادات اور بنیاد پرستی کی بنا پر انسانی حقوق ضبط کرنے والے مافیا پر کڑھتے ہیں:

''سوچ رہا ہوں اس سال 14 اگست کو دادی کی قبر پر جاؤں اور ان سے پوچھوں کہ ہم جہاں سے آئے تھے آخر وہاں واپسی کے راستے ہم پر کیوں بند کر دیئے گئے؟ ہم وہاں رہ جاتے تو کیا ہوتا؟ اور اب جو آ گئے ہیں تو کیا ہوا ہے؟ کیا یہ واقعی پاک لوگوں کی سرزمین ہے؟ کیا یہاں بغیر کسی قسم کی تفریق کے ہر انسان کو جینے اور زندگی گزارنے کے یکساں حقوق حاصل ہیں کیا یہاں رنگ و نسل کی بنیاد پر لوگوں کا قتل عام نہیں ہوتا؟ کتنے سارے

سوال ہیں جو میں دادی سے پوچھنا چاہتا ہوں۔''(۵)

تاریخ میں جن شخصیات کو تقسیم ہند کے حوالے سے لیڈر بنا کر پیش کیا گیا اور جو تعلیم مطالعہ پاکستان کی صورت میں دی جاتی ہے اس پر بلیغ طنز بھی ان کرداروں کی صورت میں دکھائی دیتا ہے:

''دادی ہمیشہ کی طرح جموں اور سری نگر کے قصے کہانیاں بڑی رغبت سے سنا رہی تھیں اچانک بولیں: بابے نے ونڈ پا کر چنگا نئیں کیتا (جناح نے تقسیم کروا کر اچھا کام نہیں کیا) مجھے ان کی بات بالکل پسند نہیں آئی تھی کیونکہ ہمیں تو اسکول میں یہی پڑھایا جاتا تھا کہ 1947 میں جو کچھ ہوا وہ مسلمانوں کے لئے بہتر تھا اور یہ بھی کہ جناح ہم سب کے قائداعظم ہیں جن سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی میں حیران تھا کہ دادی جناح کے متعلق ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں۔''(۶)

عصر حاضر میں سوشل میڈیا اور مختلف ایپلیکیشنز کے استعمال نے انسانی زندگی کو بہت ساری سہولیات فراہم کی ہیں مختلف سوشل ایپلیکیشنز لوگوں کو دوردراز سے ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہیں فیس بک،ٹوئٹر،انسٹاگرام،Snapchat وغیرہ سے ہٹ کر بھی کچھ ایسی Apps. موجود ہیں جن کا استعمال اس کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے لوگ کرتے ہیں" گرائنڈر ایپ" ایک ایسی ہی ایپ ہے۔جس پر ہونے والی دوستی کو بھی پیش کیا گیا اور جعلی اکاؤنٹس بنا کر اسکے ذریعہ ہونے والی دھوکہ بازی،حسد و رقابت کے جذبے کو بھی موضوع بنایا گیا:

''یہ دوسری بار تھا جب میں نے اسے گرائنڈر پر پکڑا تھا ابھی اسے بتانا نہیں چاہ رہا تھا کیونکہ اس کے امتحانات جاری تھے۔۔۔چار سال قبل ہم دونوں گرائنڈر ہی پر ملے تھے۔''(۷)

پدری سماج کی حاکمیت،سماجی روایتوں کا جبر،ذات پات کا نظام اور تاریخ میں موجود معاشرتی استحصال کا بیانیہ ناول کا حصہ ہیں ایک خاص قسم کا احتجاجی رویہ ناول نگار کے ہاں موجود ہے فرسودہ روایات کے خلاف یہ احتجاج بہت بلند بانگ دعووں پر مبنی نہیں بلکہ معاشرے میں پھیلے اندھیرے کا عکس ہے جس کے

لئے لب ولہجہ دھیما مگر طنز کی کاٹ بھرپور ہے۔ چاہے پھر وہ 60,70 کی دہائی کا پیشکش ہو یا کسی پہاڑی خطے کے معاشرے میں میں نسبتاً کشادہ ماحول کی پیشکش۔ Intersexualityاور Cross Dressing کو صحیح معنوں میں مصنف نے پیش کرنے کی بھرپور سعی کی ہے:

> ''پہاڑی علاقوں میں اونچ نیچ جیسی سماجی برائیاں شاذونادر ہی سننے کوملتی ہیں ایک پدری سماج جہاں ذات پات،اونچ نیچ کا بسیرا ہوکون سی حالت نسبتاً زیادہ قابل رحم ہوگی ایک دلت ہونا یا ایک دلت مرد کا cross- dresser ہونا؟ یا پھر ایک دلت cross dresserمرد کا دائی ہونا؟ ایسے ہی معاشرتی عمل کو "Kimber Williams Crenshaw(1989) نے انٹرسیکشوئلٹی کہا ہے۔''(۸)

بنیاد پرستی سے جڑے مذہب کے ٹھیکیدار دوہری شخصیت کے لوگ لوگ ہر سماج میں موجود ہوتے ہیں ہیں اوراسی کے ساتھ ساتھ ذات پات کے نظام پر یقین رکھنے والے معاشرے جس طرح کے معیارات اونچی اور نیچی ذات والوں کے لیے طے کرتے ہیں اس کا بلیغ بیانیہ ناول کا خاص حصہ ہے اور ایسے سوالات جو انڈیا سپریم کورٹ کی طرف سے LGBTQ کے لئے پاس ہونے والے بل کے باوجود سامنے رکھے گئے ہیں جو اپنی ایک مخصوص معنویت رکھتے ہیں اور سماجی صورتحال کے عکاس ہیں:

> ''غنیمت یہ ہوئی کہ وہ اونچی ذات سے نہیں تھے جس کے سبب انہیں غیرت وتحفظ کے امتحانات سے گزرنا نہیں پڑا سماج میں یہی دستور ہے کہ نیچی ذات میں جس کی جومرضی ہو (معذور،ٹرانس جینڈر، دلت،طوائف،قاتل وغیرہ) وہ کسی سماج کی نمائندگی کا استعارہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی سماجی شناخت کوحقیر مانا جاتا ہے۔''(۹)

ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> ''یعنی پدری سماج میں سیکشوئلٹی پر کنٹرول،قانون نے تو انہیں اپنا بنا لیا ہے لیکن کیا سماج نے بھی انہیں اپنا لیا ہے؟ دستور نے تو انہیں پہچان دی ہے امید ہے کہ اس طرح کے داخلی تسلط کی سماجی شناخت بھی انہیں حاصل ہو یہ بھی اتنا فطری اور حقیقی ہے جتنی صبح اور

شام۔''(۱۰)

ناول نگار کا نظریہ مقتدر طبقے اور سماج کی تشکیل کے حوالے سے میشل فوکو سے ملتا جلتا ہے جس کے مطابق اقتدار پسند طبقہ اپنی طاقت اور قوت کو سماج میں برقرار رکھنے کے لیے ہر حربہ آزماتا ہے۔ جب معاشرے میں اقتدار اور سیکشوئلٹی روبرو ہوتے ہیں تو پدری سماج کی حاکمیت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تب اقتدار میں بلند مقام رکھنے کی جنگ شروع ہوتی ہے اس لئے ہر اس سماجی سرگرمی پر پابندی عائد کی جاتی ہے جو جدت کی طرف مائل ہو۔ اشعر نجمی نے اس موضوع کو سماج کے سیاق وسباق میں رکھ کر دیکھنے کی کوشش کی ہے اس کا تاریخی پس منظر بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ منافقانہ رویوں اور آمرانہ ذہنیت پر کاری ضربیں لگائی ہیں یہ اس عہد کا بیانیہ ہے جو جدیدیت اور مابعد جدیدیت کا عہد ہے اور اس ناول کو مابعد جدید ناول کہنا بے جا نہ ہوگا:

> ''اس نے کہا تھا' کا بیانیہ اتنا گھنا، روشن اور اتنا ہی dark اور دل کو ڈبو دینے والا ہے کہ فی الحال مجھے اردو ناول میں ایسے کسی بیانیہ کی مثال نہیں ملتی۔ یہ محض عکاسی کرنے والی نام نہاد سماجی حقیقت نگاری نہیں ہے یہ ایک دریافت ہے انسانوں کی ایک متبادل دنیا کی دریافت انسان جو مرکزی معاشرے کے لیے محض دوسرے (others) ہیں ہمارا ذہنی اور اخلاقی فاشزم ان جماعتوں کو others بنا دیتا ہے۔''(۱۱)

کلاسیکی اردو شاعری میں متعدد جگہوں پر امرد پرستی کو موضوع بنایا گیا ہے اس عہد کے معاشرتی رویوں کو بھی شاعری میں پیش کیا گیا مگر اردو نثر اور خصوصاً ناول میں اس سے پہلے ایسے موضوعات کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ نہ ہی یہ طرزِ بیان اور جدت دکھائی دیتی ہے جو اشعر نجمی کے قلم کا خاصہ ہے۔

> "It is the first Urdu novel that explores the complex perception of gender roles, gender identity and the ubiquitous unitary sexual orientation in the literaryframework. It is the dense and dark narrative that

is both tantalizing and titillating and it is destined to break new ground in Urdu fiction."(12)

ناول نگار کا طرز بیاناول کو جنسی تلذذ کا بیانیہ نہیں بننے دیتا رمزوایمائیت کے ساتھ ساتھ جذبات نگاری کی عمدہ مثالیں بھی ناول میں میں جا بجا بکھری ہوئی ملتی ہیں ناول کی بنت میں جن فنی لوازم کو کو اہم مانا جانتا ہے ان تمام کا بخوبی استعمال ہے متعدد تشبیہات کہانی کی صورتحال کے عین مطابق جگہ جگہ موجود ہیں لیکن گاڑی تمثیل نگاری، ٹھیٹھ ہندی زبان کرداروں کی حلیہ نگاری ناول کا خاص حصہ ہیں ہیں کرداروں کی شخصیت پیش کرنے کرنے کے ساتھ ساتھ ساتھ ان کے خدوخال کی بھی واضح تصویر پیش کی ہے:

''اس نے کہا تھا'' اپنے موضوع کے اعتبار سے اس قبیلے سے ہے جہاں گفتگو کا غالب حصہ جنسی تلذذ بیانی کی نذر ہو جانے کا پورا اندیشہ تھا (اور شاید اس سے ناول کچھ متنازع یعنی مزید مقبول بھی ہو جاتا) لیکن لکھنے والے کو داد دیجیے کہ ناول اپنی دھری سے نہیں ہٹا معلوم ہوتا ہے کہ جنسی افعال کو کھول کر اور بار بار بیان کرنا ناول نگار کا مقصود نہ تھا بلکہ فرد کے جنسی رجحانات کی بنیاد پر اس کے ساتھ معاملہ کرنے کے سماج کے مزاج کو ادھیڑنا مطلوب تھا۔''(۱۳)

اشعر نجمی نے ناول میں صرف موضوع کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا بلکہ اس کے لیے ویسی ہی نثر کا انتخاب بھی کیا ہے صورتحال کے عین مطابق مناظر بھی تخلیق کیے ہیں منظر میں موجود جزئیات کو بھی خوبصورتی سے پیش کیا ہے اشعر نجمی کے نثر میں روانی پائی جاتی ہے اور جذبات کا بے تکلفانہ اظہار بھی ہے مگر اس اظہار میں ایک خاص محتاط رویہ جھلکتا ہے جو نثر کو فحش ہونے سے بچاتا ہے جن طبقوں کے کرداروں کا انتخاب کیا ان کی بول چال اور لب ولہجہ کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ناول فکری اور فنی دونوں لوازمات سے لبریز ہے۔

منظر نگاری کی ایک مثال:

''اس پیڑ پر ایک بھی پتہ نہیں بچا تھا باجرے کی کلغی کے ایک ایک دانے کو جس طرح طوطا

نکال لیتا ہے اسی طرح خزاں نے ہر پتے کو چگ لیا تھا پیڑ کی کتھئی شاخیں بالکل برہنہ تھیں شبنم کی بوندوں میں نہانے کے بعد اس کی کھردری اور پرانی چھال دھوپ میں بہت صاف نظر آتی تھی۔''(۱۴)

اشعرنجمی نے اس ناول میں LGBTQ اصطلاح کا عملی نمونہ کہانی کی صورت میں پیش کیا ہے ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد عصمت چغتائی اور سجاد حیدر یلدرم کے علاوہ کسی نے اتنا بے باک ہوکر اس سلسلے میں قلم اٹھانے کی جرات کی ہے L سے مراد Lesbians،G سے Gay، B سے ,Bisexual T سے Transgender اور Q سے Queer یا Questioning ہے۔اس اصطلاح کے ہر لفظ کی بھرپور تفہیم کرداروں کی کہانیوں اور سوالات کی صورت میں موجود ہے اس ضمن میں کوئی نکتہ بھی ایسا نہیں ہے جو مصنف کی آنکھ سے اوجھل رہا ہو۔یہ چار قسم کے لوگ خود اپنے عمل سے قاری کو اپنی قسم سے متعارف کرواتے ہیں مختصر یہ کہ قاری ناول نگار کی تخلیقی صلاحیتوں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اردو ادب میں ناول کے حوالے سیا شعرنجمی کی اس کاوش کو ہمیشہ سراہا جائے گا:

''اشعرنجمی کے لئے اردو کے قارئین موت کا فرمان جاری کریں یا نہ کریں لیکن اتنا تو طے ہے کہ اس ناول کے بعد اس موضوع پر لکھنے والوں کی تعداد میں ضرور اضافہ ہوگا اور اس کا سہرا اشعرنجمی کے سر جائے گا کیونکہ ایک عرصے سے یہ موضوع اردو ادب میں دبیز پرتوں میں چھپا ہوا تھا جسے انہوں نے باہر لانے کا کام کیا ہے۔''(۱۵)

حوالہ جات

1. اس نے کہا تھا، اشعر نجمی، فکشن ہاؤس لاہور، ص66
2. ایضا، ص67
3. ایضا، ص198
4. ایضا، ص102
5. ایضا، ص130
6. ایضا، ص129
7. ایضاً، ص176
8. ایضا، ص210
9. ایضاً، ص211
10. ایضا، ص211
11. اردو کا پہلا پوسٹ ماڈرن ناول، خالد جاوید، سہ ماہی استفسار جے پور، ماہنامہ ادب لطیف لاہور، مئی- جون، 2021
12. Gripping Extrusion of Gender Binary",ShafeyKidwai, A October 2021.Outlook,16
13. ایک ناول دو باتیں، مالک اشتر، Qindeel.online.com
14. اس نے کہا تھا، اشعر نجمی، فکشن ہاؤس لاہور، ص39
15. اس نے کہا تھا، سماج کے پدرانہ نظام پر چوٹ کرتا ناول، زیبا، Tameer.news.com